Ankara Üniversitesi
Dil ve Tarih-Coğrafya Fakültesi
Doğu Dilleri Dergisi / Journal of Oriental Languages

Cilt/Volume: X Sayı/Number:III Aralık/December:2025

VÂSIF ALI VÂSIF'IN DÜŞÜNCE DÜNYASINDA AŞK

Davut ŞAHBAZ[1*]

Muhammad Arshad OWAISI[**]

Hafiza Aisha SIDDIQA[***]

Öz

Vasif Ali Vasif'in düşüncesinde sevgi, geçici bir duygu değil; insan varoluşunu ve bilincini belirleyen derin bir ruhsal ilkedir. Onun düzyazı ve şiirlerinde, samimi sevginin hem benliği hem de ilahî düzeni kavramanın asli yolu hâline geldiği mistik bir hayat anlayışı dile getirilir. Vasif Ali Vasif'e göre Allah'ın iradesiyle uyum içinde yaşamak, sevgiyi içselleştirmekten ayrı düşünülemez; zira sevgi niyeti arındırır ve ahlaki bilinci yeniden şekillendirir. Onun sevgi anlayışının merkezinde Hz. Muhammed'e duyulan bağlılık yer alır. Bu bağlılık, yalnızca duygusal bir yakınlık olarak değil; ruhsal arınmayı, ahlaki sorumluluğu ve içsel dengeyi mümkün kılan dönüştürücü bir adanmışlık biçimi olarak sunulur. İlahi ve peygamber sevgisinin yanı sıra Vasif Ali Vasif, insan sevgisini de vurgular; ona göre merhamet, tevazu ve insan onuruna saygı olmadan sahici bir maneviyat mümkün değildir. Onun kozmolojik tasavvurunda varoluş, sevme ve sevilme arzusuyla canlılık kazanır. Bu eğilim sıradan bağlanmanın ötesine geçtiğinde işk (ıshq) biçimini alır; bu, sevginin en yüce ve en kutsal mertebesidir. Işk, benliğin aşılması, sebat ve hakikate mutlak yönelişi ifade eder. Vasif Ali Vasif, belirli bir nesneyle sınırlı olan mecazî sevgi ile tüm varlığı kuşatan hakikî sevgi arasında açık bir ayrım yapar. Ayrıca sevgi ile akıl arasındaki ilişkiye de değinerek, aklın mantık ve gözlemle sınırlı kaldığını; sevginin ise daha derin ve sezgisel bir bilgi alanına erişim sağladığını savunur. Sonuç olarak sevgi, onun düşüncesinde hem yol hem de varış noktasıdır; insanı ruhsal olgunluğa ve İlahi olana yakınlığa taşıyan temel güç olarak belirir.

Anahtar Kelimeler

Tasavvuf Düşüncesi
İlahi Aşk
Ahlak ve Maneviyat
Vasif Ali Vasif
Urdu Edebiyatı

Makale Hakkında

Gönderim Tarihi: 24.12.2025
Kabul Tarihi: 29.12.2025
E-Yayın Tarihi: 31.12.2025

[*]Assoc. Prof. Dr. Ankara University, Faculty of Language and History-Geography, Department of Eastern Languages and Literatures, Sub-Department of Urdu, dsahbaz@ankara.edu.tr, ORCID: 0000-0002-0236-2908. DOI: 10.61134/audodilder.1848725.

[**] Prof. Dr. Garrison University. Faculty of Language. Department of Urdu, drarshadovaisi@lgu.edu.pk, DOI: 10.61134/audodilder.1848725.

[***] PhD Scholar, Lahore College Women University. saddiqies90@gmail.com, DOI: 10.61134/audodilder.1848725.

THE CONCEPT OF LOVE IN THE THOUGHT OF WASIF ALI WASIF

Davut SAHBAZ*

Muhammad Arshad OWAISI**

Hafiza Aisha SIDDIQA***

Abstract

In the thought of Wasif Ali Wasif, love is not a fleeting emotion but a profound spiritual principle that defines human existence and consciousness. His prose and poetry articulate a mystical understanding of life in which sincere love becomes the essential means of comprehending both the self and the divine order. For Wasif Ali Wasif, living in accordance with Allah's will is inseparable from the cultivation of love, which purifies intention and reshapes moral awareness. A central element of his conception of love is devotion to the Prophet Muhammad ﷺ. This devotion is presented not merely as emotional attachment but as a transformative commitment that enables spiritual refinement, ethical responsibility, and inner balance. Alongside divine and prophetic love, Wasif Ali Wasif emphasizes love for humanity, maintaining that genuine spirituality cannot be achieved without compassion, humility, and respect for human dignity.Within his cosmological vision, existence is animated by the desire to love and to be loved. When this inclination exceeds ordinary attachment, it takes the form of Ishq, the highest and most sacred mode of love. Ishq represents self-transcendence, perseverance, and exclusive orientation toward truth. Wasif Ali Wasif distinguishes between metaphorical love, limited to a particular object, and real love, which expands to embrace the whole of existence.He also addresses the relationship between love and reason, arguing that reason remains confined to logic and observation, whereas love provides access to deeper, intuitive knowledge. Ultimately, love emerges in his thought as both the path and the destination, guiding the human being toward spiritual maturity and closeness to the Divine.

Keywords

Sufi Thought
Divine Love
Ethics and Spirituality
Wasif Ali Wasif
Urdu Literature

Article Info

Received: 24.12.2025
Accepted: 29.12.2025
E-Published: 31.12.2025

* Assoc. Prof. Dr. Ankara University, Faculty of Language and History-Geography, Department of Eastern Languages and Literatures, Sub-Department of Urdu, dsahbaz@ankara.edu.tr, ORCID: 0000-0002-0236-2908.

** Prof. Dr. Garrison University. Faculty of Language. Department of Urdu. drarshadovaisi@lgu.edu.pk

*** PhD Scholar, Lahore College Women University. saddiqies90@gmail.com.

واصف علی واصف کا تصور عشق

ڈاکٹر داوٗت شاہباز
ڈاکٹر محمد ارشداویسی
حافظہ عائشہ صدیقہ

اس کائنات کی بنیاد میں دو ازلی اور بنیادی جذبے کارفرما ہیں: چاہنا اور چاہے جانا۔ صوفیانہ فکر میں یہ دونوں جذبے محض نفسیاتی کیفیات نہیں بلکہ تخلیقِ کائنات کے باطنی اسباب کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ربِ کائنات نے جب اپنی ذات کی پہچان چاہی تو انسان کو تخلیق فرمایا، اور جب اپنے حبیبِ مکرم ﷺ کی چاہت جلوہ گر ہوئی تو پوری کائنات کو *کن* کے حکم سے وجود عطا ہوا۔ اسی حقیقت کے پیشِ نظر کائنات میں موجود ہر ذی روح میں محبت اور چاہت کا کوئی نہ کوئی عنصر لازماً موجود ہے، کیونکہ یہ جذبہ تخلیق کے ساتھ ہی ودیعت کر دیا گیا ہے۔

انسان، جو تمام مخلوقات میں اشرف المخلوقات کے مرتبے پر فائز ہے، اس جذبۂ چاہت کا سب سے بڑا امین ہے۔ اس کے دل میں یہ کیفیت دیگر مخلوقات کی نسبت کہیں زیادہ شدت اور وسعت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انسان کے ہاں چاہت جب ایک مخصوص حد سے تجاوز کر جاتی ہے تو محض محبت نہیں رہتی بلکہ عشق میں ڈھل جاتی ہے۔ عشق، محبت کا وہ بلند ترین اور مقدس درجہ ہے جہاں محبوب کے سوا ہر شے ثانوی بلکہ ہیچ ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر صرف ایک ہی ہستی، اسی کی رضا، اسی کا رنگ اور اسی کی چاہت باقی رہتی ہے، اور باقی تمام خواہشات و جذبات تحلیل ہو جاتے ہیں۔

یہ کیفیت ایک گہری وارداتِ قلبی ہے جسے بیان کرنا آسان نہیں۔ اسی لیے ادب کی ہر صنف—شاعری ہو یا نثر—میں ادیبوں اور شعرا نے اپنے اپنے فکری، فنی اور روحانی زاویوں سے عشق کی ترجمانی کی ہے۔ اردو ادب میں بھی عشق ہمیشہ ایک مرکزی اور توانا موضوع رہا ہے، تاہم صوفیانہ تناظر میں اس کی تفہیم نے اسے محض جذباتی واردات سے نکال کر ایک فکری اور روحانی نظام کی صورت عطا کی ہے۔

واصف علی واصف اردو ادب کے اُن ممتاز ادیبوں میں شمار ہوتے ہیں جن کے ہاں تصوف کا رنگ نہ صرف گہرا بلکہ ہمہ گیر ہے۔ انہوں نے عشق کو محض ایک موضوع کے طور پر نہیں بلکہ ایک ہمہ جہت فکری اُصول کے طور پر برتا ہے۔ ان کی نثر میں جہاں حکمت و دانائی کے گوہر بکھرے نظر آتے ہیں، وہیں ان کی شاعری میں بھی عشق، اخلاص، توحید، انسانیت، فکر اور ایثار جیسے مضامین پوری شدت کے ساتھ جلوہ گر ہوتے ہیں۔ عشق کا جذبہ ان کے ہاں محض ایک واردات نہیں بلکہ ایک فعّال قوت ہے جو انسان کو اپنی حقیقت پہچاننے کی طرف لے جاتی ہے۔

واصف علی واصف کے نزدیک عشق ایک لامحدود اور لامتناہی جذبہ ہے جو کائنات کے ہر جز میں سرایت کیے ہوئے ہے، کیونکہ یہ *کُل* کی بے مثال صفات میں سے ایک صفت ہے۔ وہ عشقِ مجاز اور عشقِ حقیقی کے درمیان واضح امتیاز قائم کرتے ہیں۔ ان کے مطابق اگر عشق کو محض ایک محبوب تک محدود کر دیا جائے تو وہ عشقِ مجاز کہلائے گا، لیکن جب اس میں پوری کائنات، انسانیت اور خالقِ حقیقی کی رضا کو شامل کرنے کی خواہش پیدا ہو جائے تو یہی عشق حقیقت کا درجہ حاصل کر لیتا ہے (واصف، ۲۰۱۴ء، ص ۱۰)۔

یوں واصف علی واصف کے تصورِ عشق میں محبت، انسان، کائنات اور خالق ایک مربوط اور ہم آہنگ نظام کی صورت میں سامنے آتے ہیں، جو ان کے فکری مقام اور صوفیانہ شعور کی گہرائی کا واضح ثبوت ہے۔

واصف علی واصف کے ہاں عشق محض ایک جذباتی کیفیت یا وقتی ہیجان نہیں بلکہ ایک مکمل صوفیانہ شعور اور فکری نظام کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کا تصورِ عشق سطحی جذباتیت سے ماورا ہے، جس میں تعقل و تفکر کی گہرائی بھی ہے اور خم و تسلیم کی خوش ادا بھی۔ یہ عشق راز و نیاز کی لطافت، ادائے ناز کی رعنائی اور سوز و گداز کی نغمہ سرائی کا حسین امتزاج ہے۔ یہاں تحیر بھی ہے اور شعور بھی، وارفتگی بھی ہے اور آگہی بھی۔ واصف علی واصف کے نزدیک عشق وہ کیفیت ہے جو انسان کو محض محسوسات کے دائرے میں محدود نہیں رکھتی بلکہ اسے معرفت اور ادراک کی بلند منازل تک پہنچاتی ہے۔

واصف علی واصف کائنات کے مبدا کو ہی عشق قرار دیتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ لازم تھا کہ معشوق کے لیے کوئی عاشق ہو، کیونکہ بے چاہت حسن اپنی تجلی مکمل نہیں کر سکتا۔ اسی عشق کی بدولت کائنات میں نور، حرکت اور معنی پیدا ہوئے۔ وہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ اس کائنات کی تمام روشنی اسی ذات کی یاد اور عشق کے طفیل ہے، کیونکہ عشق ہی وہ واحد قوت ہے جو جلوۂ ذات کو جاننے اور پہچاننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ عقل اس مقام پر محض محوِ تماشا بن کر رہ جاتی ہے، کیونکہ عقل کا دائرہ محدود اور عشق کی پرواز لا محدود ہے۔

واصف علی واصف کے تصورِ عشق میں جرأت، بے خوفی، دلیری اور بے باکی بنیادی عناصر ہیں۔ یہی بے خوفی عشق کو تاریخ کے عظیم ترین کرداروں سے جوڑتی ہے۔ یہی عشق تھا جس نے خلیلُ اللہ کو نارِ نمرود میں ڈالنے کا حوصلہ دیا، ذبیحُ اللہ کو راہِ وفا میں قربانی پر آمادہ کیا اور کلیمُ اللہ کو طور پر جلوۂ حق دکھایا۔ یہی عشق کی بے خوفی اور استقامت تھی جس نے کربلا کے میدان میں نیزوں کے سائے تلے نماز قائم کروائی، سر تو کٹوا دیے مگر باطل کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ ہونے دیا۔ یہی عشق کی سرمستی تھی جس نے زنجیروں میں جکڑے وجود سے بھی کلمۂ احد بلند کروایا اور موت کے سامنے ڈٹ جانے کا سلیقہ سکھایا۔

اسی عشق کے کیفِ دوام نے تاریخِ تصوف کے عظیم ناموں کو جنم دیا۔ یہی وہ لذتِ عشق تھی جس نے شمس کی کھال کھنچوائی، منصور کو سولی تک پہنچایا، اور رومی، جامی، سنائی، عطّار اور رازی جیسے اہلِ دل پیدا کیے۔ واصف علی واصف کے نزدیک یہ سب واقعات عشق کی دیوانگی نہیں بلکہ شعوری وفا کے اعلیٰ ترین مظاہر ہیں۔

واصف علی واصف انسان کی فرشتوں پر برتری کی بنیاد بھی عشق کو قرار دیتے ہیں۔ فرشتے ہمہ وقت قرب میں تو ہیں، مگر وہ لذتِ فراق سے محروم ہیں۔ وہ اطاعت میں ہیں، لیکن عشق کی آزمائش سے نہیں گزرتے۔ وہ وصال میں تو ہیں، مگر تمنائے دیدار کی تڑپ اور بے قراری سے نا آشنا ہیں، کیونکہ عشق ہجر کے آتش کدوں میں جوان ہوتا ہے اور وصال کے برف خانوں میں منجمد ہو جاتا ہے۔ اسی لیے واصف صاحب کے نزدیک عشق سوز بھی ہے اور ساز بھی، خاموشی بھی ہے اور آواز بھی، اور حسن کے سب سے بڑے راز کی کنجی بھی عشق ہی ہے:

عشق اوّل ہے یا پہلے حسن ہے دل و نظر کی گفتگو ہے، میں کہاں

)واصف، ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۶ (واصف علی واصف کا عشق مجاز کے پردے میں رکا نہیں رہتا بلکہ حقیقت کا علمبردار بن کر سامنے آتا ہے۔ ان کے نزدیک عشقِ حقیقی دراصل عشقِ مصطفی ﷺ ہے۔ جو انسان اللہ کی محبت کا طالب ہے،

اسے یہ نعمت عشقِ رسول ﷺ کے وسیلے سے ہی نصیب ہو سکتی ہے۔ واصف علی واصف کے مطابق عشقِ رسول ﷺ ہی انسان کی حیات کا راز اور نجات کا منبع ہے۔ یہی وہ عشق ہے جس میں زندگی بھی ہے اور بندگی بھی، اور یہی عشق انسان کو حقیقتِ مطلق سے ہمکنار کرتا ہے۔

یہ وہی عشق ہے جس میں خود ربِ ذوالجلال نے پوری کائنات کو شریک کر لیا۔ اسی عشق کو عقل کی حدود سے نکال کر لا محدود وسعتوں اور رفعتوں سے آشنا کیا گیا۔ واصف علی واصف کے ہاں ساری خلقت ذکرِ حقیقی میں مشغول نظر آتی ہے اور خود حق، ذکرِ حبیب ﷺ میں۔ یوں عشقِ مصطفی ﷺ ان کے فکری نظام میں عشقِ حقیقی کا نقطۂ عروج بن کر جلوہ گر ہوتا ہے، جہاں انسان، کائنات اور خالق ایک ہی مرکز پر مجتمع ہو جاتے ہیں۔

میں تری نماز ادا کروں ،تو ہو محو ذکر حبیب میں

اسی بنا پر واصف علی واصف نے اپنے نظریات ،خیالات اور کلمات سے انسانیت کے دل میں عشق رسول ؐ کی شمع فروزاں کی کیوں کہ انسان کی فلاح ونجات ،سرفرازی و کامرانی عشق رسول ﷺ میں ہی پوشیدہ ہے۔

عشق احمد سے بشر ہے سرفراز

عشق احمد سے میری ہستی کا راز

ایک اور جگہ وہ یوں ان افکار کو اشعار کے قالب میں ڈھال کر پیش کرتے ہیں:

جنہیں تیرا نقش قدم ملا ،وہ غم جہاں سے نکل گئے

یہ میرے حضور کا فیض ہے ،کہ بھٹک کے ہم جو سنبھل گئے

تو ہی کائنات کا راز ہے،تیرا عشق میری نماز ہے

تیرے در کے سجدے میرے نبی،میری زندگی کو بدل گئے(واصف،۱۹۹۴ء: ۳۶)

واصف صاحب کے نزدیک عشق کی بنیاد ہی سر تسلیم خم کردینے میں ہے ۔عشق کی وہ منزل جس میں محبوب کے ستم بھی کرم لگیں ،وہیں پر عشق سلامت رہ سکتا ہے کیوں کہ عشق کے رازوانداز نرالے ہیں ۔عشق عاشق کو سر بازار رقص کرواتا ہے ،راہِ سلوک کی منزلیں طے کراتا ہے،دانائے راز بناتا ہے۔عشق کی منزل کٹھن او ر خاردار راہوں سے ہو کر گزرتی ہے ۔جادہ عشق کا راہی ہر کوئی نہیں ہوسکتا کیوں کہ اس سفر میں سر دھڑ کی بازی لگانی پڑتی ہے ۔اپنا آپ ،اپنی انا ،اپنی مرضی ،اپنی چاہت ہر چیز کو قربان کرکے میں سے تو ہونے کا سفر ہے ۔اس راہ پر چلنے کے لیے استقامت اور بلند حوصلگی درکار ہے ۔اس سفر کو سوچ سمجھ کر اختیار کرنا چاہیے کیوں کہ اس سفر میں قدم بڑھا کر واپسی کا کوئی راستہ باقی نہیں رہتا ۔واصف صاحب کے نزدیک جو عشق کے راستے سے ہٹنے کا ارادہ بھی کرے تو وہ عشق کی لذت سے محروم ہوجاتا ہے۔

پہلا قدم ہی عشق میں ہے آخری قدم

محروم عشق ہے جو ارادے سے ہٹ گی (واصف، ۱۲۹)

عشق کے باطن میں لا محدود خزانے ہیں جو صاحب انسان کو صاحب وجدان بنادیتا ہے ،صاحب قال کو صاحب حال بنا دیتا ہے۔یہ عشق یوں دونوں جہانوں سے بے نیاز کردیتا ہے ۔یہ اعجازِ عشق ہی ہے جس نے واصف صاحب کے اندر شوخی رندانہ پیدا کرکے نعرہ مستانہ بلند کرنے کی جرات عطا کی ہے۔یہ عشق کی سر مستی ہے جس کے باعث انہوں نے طائر لاہوتی اور جوہر ملکوتی کو پہچانا۔یہ واصف بسمل کی تڑپ ہے جو سوز محبت میں اشک ندامت سے ایک قیامت برپا کرکے اسے گوہر یکدانہ بنادیتے ہیں ،جو سوزش ہجراں میں اسے پروانہ بنا دیتے ہیں ،جو پھول پر رقصاں شبنم کو جلوہ جانانہ بنادیتے ہیں ،جو محبوب کی قربت میں رونق محفل اور فرقت میں اس کے دل کو شہر ویرانہ بنا دیتے ہیں کیوں کہ ان کے نزدیک

یار کے دم سے سلامت زندگی

ورنہ واصف ہے قیامت زندگی (واصف،۶۰)

واصف علی واصف کے نزدیک عشق ہی کاتب ،عشق ہی مکتب ،عشق ہی مکتوب ،عشق ہی کتاب اور زندگی کا نصاب ہے ۔عشق کے اندر وہ طاقت موجود ہے جو جس تن لاگے اسے اپنا بنالے ۔عشق کی دنیا بظاہر مشکل اور کٹھن لیکن بباطن بہت ہی خوب صورت اور نرالی ہے ۔جو اس حقیقت کو پالیتا ہے وہ کسی بھی قیمت پر عشق کو ترک نہیں کرتا۔عشق ایسی نادیدہ قوت ہے جو انسان سے جو چاہے کرواسکتا ہے ۔عشق کی کرامات و تجلیات بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

تم چاہے جسے اپنا طلبگار بنالو

بازار کو دیکھو تو خریدار بنالو

ہر حرف تمنا تیرا اعجاز نظر ہے

اظہار کے انداز کو اشعار بنالو

قطرے کو اگر چاہو تو قلزم نظر آئے

اک ذرہ ناچیز کو فنکار بنالو

اے عشق تیرے دم سے ہے سب ذوق تماشہ

تم آتش نمرود کو گلزار بنالو

تو ہاتھ نہ آئے تو یہ حیوان مجسم

انسان کو تم صاحب اسرار بنالو

واصف اسی دنیا میں وہ دنیا بھی ملے گی

ہے شرط کہ تم عشق کو سالار بنالو (واصف ،۱۹۹۴ ء: ۱۵)

عشق اور عقل کی کشمکش ازلی ہے ۔عقل کا میدان اور ہے اور عشق کا جہان اور ۔عشق کی سرمستی جس جذب و کیف کی منزل تک پہنچا دیتی ہے ،عقل کی وہاں تک رسائی ممکن نہیں۔کیوں کہ عقل مشاہدہ چاہتی ہے ،سمجھ چاہتی ہے ۔عقل زمان ومکان کی حدود و قیود میں رہتی ہے جب کے عشق کی پرواز ہر قید سے ماورا ہے ۔عشق سچا ہو اور حق سے ہو تو یہ عقل کی رہبری کرسکتا ہے لیکن عقل عشق کی تپش کو نہیں پاسکتی۔عقل اور عشق کا فلسفہ اردو شاعری کے علاوہ فارسی میں بھی بہت شد ومد کے ساتھ بیان ہوا ہے ۔ہر بینا شاعر جس نے عشق کا چولا پہنا اور عشق کی بے کراں وادی کا سوار بنا ،اس کے ہاں عقل و عشق کے تضادات و تلازمات بڑی خوبی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں ۔اقبال کی شاعری میں باقاعدہ عقل وعشق کا فلسفہ بہت تفصیل کے ساتھ بیان ہوا ہے ۔ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم کے مطابق اقبال نے تصور عشق کے سلسلے میں مولانا روم سے استفادہ کیا ہے (عبدالحکیم، ۱۹۸۸ ء: ۳۶۱) ۔ عشق ایک شعلہ یا چنگاری کی مانند ہے اور یہ جس دل میں لگے اس میں ایک تڑپ پیدا کردیتا ہےجو صاحب عشق کو ناختم ہونے والی جستجو کا راہی بنا دیتا ہے ۔یہی تڑپ اور جستجو اسے جادہ حق سے ملا دیتی ہے ۔اسی لیے اقبال بھی عشق کو عقل پر ترجیح دیتے ہیں کیوں کہ جو جرات رندانہ عشق کی سرمستی سے وجود میں آتی ہے ،عقل اس پر محو تماشائے لب بام رہتی ہے ۔عقل جو تشکیک میں مبتلا رکھتا ہے ،عشق ایک ہی جست میں وہ قصہ تمام کردیتا ہے۔اسی لیے اقبال کہتے ہیں :

عقل ودل و نگاہ کا مرشد اولیں ہے عشق

عشق نہ ہو تو شرع و دیں بت کدہ تصورات

صدقِ خلیل بھی ہے عشق ،صبر حسین بھی ہے عشق

معرکہ ء وجود میں بدرو حنین بھی ہے عشق (اقبال،۱۹۹۰ ء: ۴۳۹/۱۱۵)

عقل وعشق کے اسی مضمون کو واصف علی واصف نے بھی جابجا بیان کیا ہے کہ عشق کے راہی ،عشق کی سربراہی میں منزل کو پالیتے ہیں کیوں کہ عشق شکوک و شبہات سے بالاتر ہوتا ہے اور پوری شدت کے ساتھ عمل پر گامزن رہتا ہے جب کہ عقل وسوسوں اور اندیشوں کی دنیا میں بھٹکتی رہتی ہے ۔اسی بات کو واصف صاحب یوں بیان کرتے ہیں :

آوارگان عشق نے منزل کو پالیا

راہوں میں سر پٹختی رہی عقل عمر بھر (واصف،۱۹۹۴ ء: ۱۷۵)

واصف علی واصف اس بات کے بھی قائل ہیں کہ عشق جرات رندانہ کے باعث اکثر اختلاف بھی رکھتا ہے اور تنہا بھی نظر آتا ہے کیوں کہ یہ عقل کی پیروی میں کسی کے پیچھے نہیں چل سکتا اور اپنی منزل خود متعین کرتا ہے ۔جب کہ عقل ہمیشہ رموز سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے محو گفتگو نظر آتا ہے ۔عقل اور عشق کی راجدھانی ایک سی نہیں ہوسکتی ۔واصف صاحب اس حقیقت کو یوں صفحہ قرطاس پر عیاں کرتے ہیں:

عقل کو محو گفتگو پایا

عشق دیکھا ہے بے زباں تنہا (واصف،۱۹۹۴ ء: ۲۰۱)

جہاں عقل و عشق میں تضاد نظر آتا ہے وہیں حسن وعشق میں اختلاط نظر آتا ہے ۔حسن و عشق ،دونوں ایک دوسرے کے تابع نظر آتے ہیں ۔عشق کی منزل میں دیدار یار ہی صرف لذت عشق نہیں بلکہ اس کا خیال بھی حسین سے حسین تر ہے ۔واصف صاحب اس حقیقت کے قائل نظر آتے ہیں کہ عشق حسن کے،محبوب کے قریب رہنا چاہتا ہے لیکن در حقیقت محبوب کا تصور ہی حسین تر ہوتا ہے ۔

عشق کیا ہے آرزوئے قربِ حسن

حسن کیا ہے عشق کا حسنِ خیال (واصف، ۱۴۲)

واصف صاحب کے نزدیک عشق کی تجلی حسن کے دم سے ہی فروغ پاتی ہے

عشق سے حسن ،حسن سے ہے عشق (واصف،۱۹۹۴ ء: ۱۸۱)

حسن کا غرور عشق کے دم سے ہی قائم ودائم ہے ۔

نیاز عشق میں ڈوبا ہوا ہوں

غرور حسن بن کر آگیا ہوں (واصف،۱۹۹۴ ء: ۷۸)

دیار عشق میں بہت سے مقامات آہ و فغاں آتے ہیں لیکن عشق کے میدان میں سختیاں جھیلنی پڑتی ہیں ۔جس طرح محبت کے قرینوں میں ادب پہلا قرینہ ہے ،اسی طرح دیار عشق میں خاموشی لازم ہے ۔ بقول شاعر

زخم پہ زخم کھا کے جی اپنے لہو کے گھونٹ پی

آہ نہ کر لبوں کو سی عشق ہے دل لگی نہیں

اسی طرح واصف علی واصف دیار عشق میں خاموشی کو لازم قرار دیتے ہیں کہ اس رہ نورد عشق کو اس سفر میں اپنی جان سے بھی گزرنا پڑے تو گزر جائے لیکن لب پر کسی قسم کا گلہ شکوہ نہ لایا جائے کیوں کہ عشق کا مان اسی طرح برقرار رہ سکتا ہے کہ لاکھ مشکلیں در پیش ہوں لیکن حرف شکایت بھی لب پر نہ لایا جائے۔

واصف دیارِ عشق میں لازم ہے خامشی

مرکر بھی لب پہ آئے نہ ہرگز گلے کی بات (واصف ، ۱۴۶)

اسی خیال کو واصف علی واصف نے اپنی پنجابی شاعری میں اس طرح بیان کیا ہے :

دل دیّے تے ایتھے واصف سروی دینا پیندا

عشق دی نگری دا دنیا توں وکھرا اے دستو (واصف، ۱۹۹۵ ء: ۶۲)

جہانِ عشق میں صدق و خلوص کی بنیاد پر ہی منزل کو پایا جاسکتا ہے ۔عشق میں کھوٹ ،ملاوٹ ،دغا فریب کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ۔عشق کے اس کھیل میں عاشق اور معشوق دو فریق ضرور موجود ہوتے ہیں لیکن اس عشق کے کھیل نرالے ہیں ۔یہاں سر دھڑ کی بازی لگا کر سوئے مقتل تو جانا پڑتا ہے لیکن ہار جیت کی سودا سر میں سما نہیں سکتا ۔اس کھیل میں اپنا آپ قربان کرنا ہی پڑتا ہے اس خیال سے بالاتر ہو کر کہ اپنا تن من دھن قربان کرنے کے بعد بھی منزل ملے گی یا نہیں ۔جیسا کہ فیض نے کہا ہے

گر بازی عشق کی بازی ہے جو چاہو لگادو ڈر کیسا

گر جیت گئے تو کیا کہنا ہارے بھی تو بازی مات نہیں (فیض، ۲۵۵/۶۵)

یہی خیال واصف صاحب کے ہاں یوں بیان ہوا ہے کہ عشق کے اس کھیل میں ہار جیت کا سودا ممکن ہی نہیں ،یہ کھیل اندیشہ سود و زیاں سے برتر ہوکر کھیلا جاتا ہے ۔جیت کر محبوب کی محبت پالینے جیسا دوسرا کوئی جذبہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن اپنا آپ اس کی محبت میں ہار کر صرف محبوب کے ہو رہنے میں جو لذت اور راحت ہے وہ جیت کر اسے پالینے میں بھی شاید موجود نہیں ۔

واصف جہانِ عشق میں سودا گری ہے جرم

کب جیت کو خبر ہے ،جو ہے لطف ہار میں (واصف،۱۹۹۴ ء: ۱۹۹)

واصف علی واصف کی شاعری میں کلاسیکی شاعری کے نمونے میں موجود ہیں جنہیں پڑھ کر امیر خسرو کے کلام کی یاد تازہ ہوجاتی ہے۔قدیم شاعری کے خدو خال میں بھی واصف علی واصف نے زیادہ تر پریت کا مضمون ہی منفرد انداز میں پیش کیا ہے ۔واصف صاحب کی یہ کلاسیکی شاعری کو پڑھتے ہوئے بھگت کبیر کی شاعری ،قدیم اردو یا میواتی لب ولہجہ ،خسرو کی تراکیب غرض بہت سے امتزاج یکجا نظر آتے ہیں ۔

پیت کی ریت نہ پوچھئے پیت ہے اپنی ریت

میت کہے مر جائیے موت ملن کی ریت

پریم کرے پر ماتما ،پریم کی پرلو موہ

پر لو سے مورکھ ڈرے جے کے پریم نہ ہو (واصف،۱۹۹۴ء: ۳۰۵)

ان کے نزدیک پریتم ہی ایسا جذبہ ہے جس کو اختیار کرکے انسان نجات پاسکتا ہے ۔محبت کے اس جذبے کے سوا باقی سب ہیچ ہے ۔ایک یہی جذبہ صادق ہے جس سے انسان بقا کا امرت دھارا پی سکتا ہے ۔

پریتم نام کو جاپ لے جانے کل کیا ہو

مایا دِش کی پوٹلی پریم سے امرت ہو (واصف،۲۲۳)

واصف علی واصف کا پنجابی کلام ان کی کتاب 'بھرے بھڑولے' میں موجود ہے ۔ان کی پنجابی شاعری میں بھی زندگی کی حقیقت،اس کی کٹھنائیاں،اخلاص،تصور فنا بقا کے ساتھ عشق کا مضمون جابجا بیان ہوا ہے ۔ان کے نزدیک عشق میں ہی ایسی تاثیر ہے جو ہر چیز کو مسخر بھی کرسکتی ہے اور دلوں کو بدل بھی سکتی ہے ۔جو پتھر کو موم بھی کرسکتی ہے اور بنجر زمین میں خوشنما پھول بھی کھلا سکتی ہے ۔اس جہان میں عشق کا سودا ہی سمایا ہوا ہے جس کے ظاہر و باطن میں بس عشق ہی موجود ہے ۔عشق خود ہی مرشد اور خود اپنا مرید ہے ۔عشق پانے کے لیے نار نمرود میں جلنا پڑتا ہے ۔اس کے لیے عقل ،فہم وفراست سب چیزیں بے کار ہیں کیوں کہ عقل عشق کی منزل تک نہیں پہنچ سکتی ۔جس تن میں عشق سما جائے ،اس کے لیے دنیا کی تمام لذتوں اور راحتوں کی کوئی قدروقیمت باقی نہیں رہتی۔واصف علی واصف نے اپنے پنجابی کلام میں جہاں جابجا عشق کی کار فرمائی بیان کی ہے وہیں عشق کے تمام رنگ ،اس کی تمام پرتیں کھول کر بیان کردی ہیں:

دھرتی نوں اسمان بناوے ،عشق دی ایہہ تاثیر — عاشق کہن امام رانجھے نوں ،ہیر اے معشوقاں دی پیر

عشق ہے اپنا آپے کعبہ ،عشق قرآن حدیث — عشق'اناالله'،الله الله!کون عشق دا پیر

عشق فرید تھلاں دا راہی رو رو عمر گزارے — عشق ہری اے ہر ہر اندر ،عشق اے بھگت کبیر

عشق 'الست '،'بلیٰ' دا قصہ ،عشق نفی اثبات — کثرت دے وچ عشق دی وحدت ،وحدت وچ تکثیر

عشق مزمل،عشق مدثر،طٰہٰ تے یسین — ظاہر باطن ذات عشق دی ایہو مڈھ اخیر

عشق شہید شہادت حق دی'عشق رضا دا بندہ — عشق اویس ،ابوذر ،جامی،عشق علیؑ ،شبیرؑ

عشق داڈیرہ سولی اپر،عشق تے موت حرام — وصل فراق توں عشق اگیرے ،عشق سمیع بصیر

عقلاں نال عشق نہ ہندا ،عشق دی الٹی چال — عشق ہووے تے وگدے واصف اکھاں دے وچ نیر (

واصف، ۱۹۹۵ ء: ۷۲-۷۳)

نتیجہ

واصف علی واصف ایک صوفی منش مفکر، صاحبِ حال شاعر اور باطن شناس ادیب تھے جن کی پوری زندگی، افکار، نظریات اور تعلیمات اس حقیقت کا عملی مظہر ہیں کہ دنیا اور اس کی تمام وابستگیاں عارضی ہیں اور اصل بقا صرف اسی انسان کے لیے ہے جو اپنے دل میں عشق کی شمع روشن کر لے اور میدانِ عشق میں ثابت قدمی کے ساتھ کھڑا رہے۔ واصف علی واصف کے نزدیک زندگی کا مقصد محض ظاہری کامیابی یا وقتی آسودگی نہیں بلکہ حقیقتِ مطلق تک رسائی ہے، اور یہ رسائی عشقِ حقیقی کے بغیر ممکن نہیں (واصف علی واصف، ۱۹۹۴؛ واصف علی واصف، ۲۰۱۴)۔

ان کے فکری نظام میں عشق کوئی وقتی جذبہ، سطحی ہیجان یا رومانوی کیفیت نہیں بلکہ ایک ہمہ گیر روحانی قوت ہے جو انسان کے ظاہر و باطن، عقل و وجدان اور قول و عمل سب کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔ واصف علی واصف اس بات پر إصرار کرتے ہیں کہ اگر عشق حقیقی ہو تو وہ انسان کو حقیقت سے ہمکنار کر دیتا ہے، اور اگر عشق مجازی کی حد میں مقید رہے تو محض ایک مرحلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک عشقِ حقیقی کا منبع قرآن اور حدیث ہیں، کیونکہ وحی الٰہی ہی وہ سرچشمہ ہے جہاں سے عشق اپنی کامل صورت میں جلوہ گر ہوتا ہے (واصف علی واصف، ۱۹۹۴)۔

واصف علی واصف کی شاعری حکمت اور معرفت کے گوہروں سے معمور ہے اور عشق کا مضمون اس میں تسلسل اور تواتر کے ساتھ جلوہ نما ہے۔ ان کے ہاں عشق کبھی فلسفیانہ تجرید میں نہیں ڈھلتا اور نہ ہی محض وجدانی سرشاری تک محدود رہتا ہے، بلکہ وہ انسان کو اخلاقی بالیدگی، روحانی وقار اور فکری استحکام عطا کرتا ہے۔ اسی طرح ان کی نثر بھی عشق کے رنگوں سے مزین ہے؛ مختصر جملوں میں عمیق معانی، سادہ اسلوب میں گہری حکمت اور عام فہم زبان میں بلند عرفانی نکات ان کی نثر کا امتیاز ہیں (واصف علی واصف، س۔ن)۔

واصف علی واصف کا امتیاز یہ ہے کہ وہ عشق کو محض بیان نہیں کرتے بلکہ اسے ایک زندہ تجربہ بنا کر پیش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک عشق انسان کو خودی سے نکال کر عبدیت میں داخل کرتا ہے، انا کو تحلیل کر کے تسلیم و رضا کی کیفیت پیدا کرتا ہے اور بندے کو اس مقام تک لے جاتا ہے جہاں محبوب کی رضا ہی سب سے بڑی کامیابی بن جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے ہاں عشق اور اطاعت، عشق اور اخلاق، عشق اور خدمتِ خلق ایک دوسرے سے جدا نہیں بلکہ باہم مربوط نظر آتے ہیں (عبدالحکیم، ۱۹۸۸)۔

ادبی سطح پر دیکھا جائے تو واصف علی واصف اردو ادب میں اس لحاظ سے منفرد مقام رکھتے ہیں کہ انہوں نے کلاسیکی صوفی روایت کو جدید حسیت کے ساتھ جوڑ دیا۔ ان کا کلام نہ تو محض تقلیدی ہے اور نہ ہی روایت سے کٹا ہوا، بلکہ وہ قدیم صوفیانہ افکار کو عصرِ حاضر کے انسان کے فکری اور روحانی مسائل سے ہم آہنگ کر کے پیش کرتے ہیں۔ یہی خصوصیت ان کے عشق کے تصور کو آفاقی بناتی ہے اور اسے محض ایک ادبی موضوع کے بجائے ایک فکری و عملی نظام کی صورت میں سامنے لاتی ہے(Schimmel, 1975) ۔

واصف علی واصف کے نزدیک انسانی زندگی کی اصل قدر و قیمت اسی جذبۂ عشق سے وابستہ ہے۔ ہماری زندگی کی رونق، کائنات کی گہماگہمی اور وجود کی معنویت سب اسی عشق کے دم سے قائم ہیں۔ اگر دل عشق سے خالی ہو تو عبادت رسم بن جاتی ہے، علم بوجھ بن جاتا ہے اور عقل تذبذب کا شکار ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب دل عشقِ حقیقی سے منور ہو جائے تو محدود عقل بھی رہنمائی پاتی ہے، اعمال میں خلوص پیدا ہوتا ہے اور زندگی مقصد سے آشنا ہو جاتی ہے (واصف علی واصف، ۲۰۱۴)۔

نتیجتاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ واصف علی واصف کے فکری و ادبی ورثے کا مرکزی نکتہ عشق ہے—ایسا عشق جو انسان کو اس کی حقیقت سے جوڑتا ہے، اسے فانی سے باقی کی طرف لے جاتا ہے اور دنیا کی ناپائیداری میں بھی اسے معنوی استحکام عطا کرتا ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں میں کامیابی اور سرخروئی کے لیے واصف علی

واصف دلوں کو اسی جذبۂ عشق سے منور کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اگر عشقِ حقیقی کا یہ شعور انسان کے باطن میں بیدار ہو جائے تو یہی بیداری فلاح، نجات اور حقیقی کامرانی کا راز بن جاتی ہے۔

REFERENCES

Abdul Hakim, K. (1988). *Fikr-e-Iqbal* (6th ed.). Lahore, Pakistan: Bazm-e-Iqbal.

Faiz, A. F. (n.d.). *Zindan-nama*. In *Nuskha-hā-ye-wafā* (p. 255). Lahore, Pakistan: Maktaba-e-Karwan.

Iqbal, M. (1990). *Bal-e-Jibril*. In *Kulliyat-e-Iqbal* (pp. 115, 439). Lahore, Pakistan: Iqbal Academy Pakistan.

Schimmel, A. (1975). *Mystical dimensions of Islam*. Chapel Hill, NC: University of North Carolina Press.

Wasif Ali Wasif. (1994). *Shab-e-raaz*. Lahore, Pakistan: Kashif Publications.

Wasif Ali Wasif. (1995). *Bharay bharoḷay*. Lahore, Pakistan: Kashif Publications.

Wasif Ali Wasif. (2014). *Dil darya samundar*. Lahore, Pakistan: Kashif Publications.

Wasif Ali Wasif. (n.d.). *Shab-e-chiragh*. Lahore, Pakistan: Kashif Publications.